# حضرت علیؓ مرتضیٰ رض



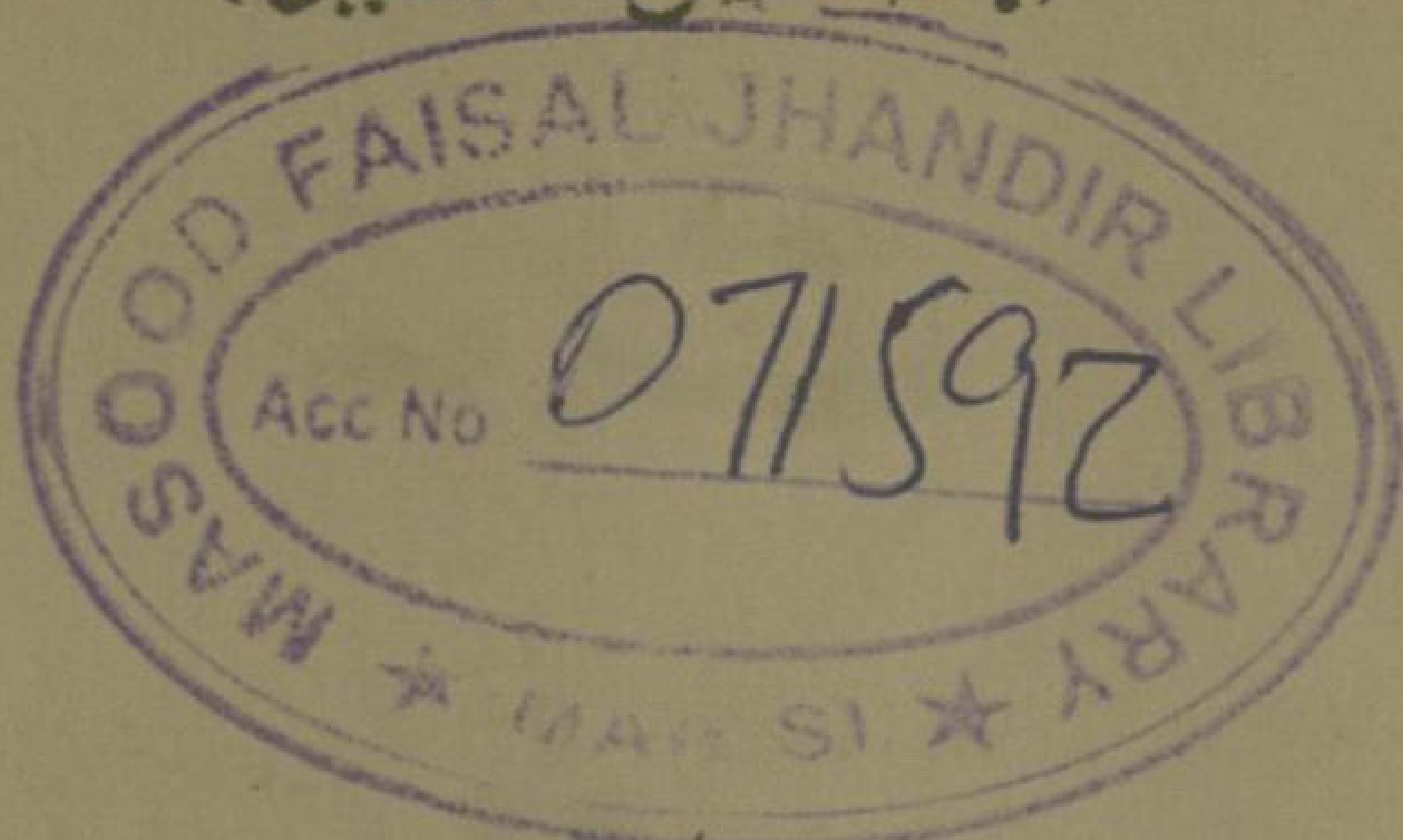
شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

# حضرت

# علی مرتضیٰؓ

بچّوں کی لائبریری

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور




سلسلہ بچّوں کی لائبریری ع ۴۲

سنہ ۱۹۵۴ء

بار سوم




شیخ نیاز احمد پرنٹر و پبلشر
نے اپنے علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر
کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا

# دیباچہ

جن لوگوں کی عمریں پڑھنے پڑھانے میں بیت گئیں، اُن کے تجربات کا نچوڑ یہ ہے کہ بچہ جب شعور کی آنکھ کھولتا ہے، تو اُسے سب سے بڑھ کر دلچسپی کہانیوں سے ہوتی ہے۔ بچّوں کو اپنے بزرگوں اور مشاہیر کے سبق آموز حالات پڑھانے کا بہترین طریقہ یہی سمجھا گیا ہے کہ شروع میں اس مضمون کو کہانیوں کی صورت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ یہ طریقہ ترقی یافتہ ملکوں کے اسکولوں میں عام طور پر رائج ہے۔

ہم نے اس سلسلہ کے لیے ایسی شخصیّتیں چُنی ہیں، جن کی سیرتوں کے مطالعے سے قدم قدم پر مفید سبق ملیں، پڑھنے والوں کے اخلاق اور کردار بلند ہوں، اُن کے دلوں میں اچھّے سے اچھے قومی جذبات بیدار ہو جائیں، وہ بہتر انسان بن جائیں، قوم، ملک اور انسانیت کی سچّی خدمت گزاری کو اپنی زندگیوں کا نصب العین بنا لیں۔

ان کہانیوں کا ایک ایک واقعہ تاریخی نقطۂ نگاہ سے

مستند ہے، لیکن ان میں وہ تحقیقی بحثیں نہیں لائی گئیں، جو بچّوں کی دماغی سطح سے اُونچی تھیں۔ اگرچہ ہمارا اصل مقصد محض کہانیاں سنانا نہیں، بلکہ بچّوں کے دل و دماغ کے لیے صحیح تربیت کے سانچے مہیّا کرنا ہے۔ تاہم۔ اس مقصد کو اندازِ بیان میں اس طرح سمو دیا گیا ہے کہ جو کچھ پڑھنے والے کے دل میں اُترنا چاہیے، اُترتا جائے اور کہانی کی عام دلچسپی و دلپذیری کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

لکھنے کا اسلوب بہت سادہ اور سلیس رکھا گیا ہے۔ اتنا سلیس کہ حرفوں کو جوڑ جوڑ کر لفظ بنا لینے والا بچّہ بھی اسے بے تکلّف پڑھ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ زبان کی خوبی اور بیان کی دل آویزی کا ذوق بھی پرورش پاتا رہے۔

آیندہ نسلوں کو اعلیٰ قومی مقاصد و اُصول کے مطابق تربیت دینا ہمارا گراں بہا ملّی اور ملکی فرض ہے۔ ناشرین کی اصل غرض یہی ہے کہ اس فرض کو پُورا کرنے میں وہ بھی اپنی ناچیز بساط کے مطابق ہاتھ بٹائیں۔ یہ غرض ایک حد تک بھی پُوری ہو جائے، تو ناشرین یہ سمجھیں گے کہ اُن کی محنت ٹھکانے لگی۔

ناشرین

# حضرت

# علی مرتضیٰ رضؓ

## پیدائش

حضرت علیؓ رسولِ پاکؐ سے تقریباً تئیس برس چھوٹے تھے۔ حضورؐ کے نبی ہونے سے دس برس پہلے خدا کے پاک گھر، خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ابو طالب تھا، جو رسولِ پاکؐ

کے چچا تھے اور یتیمی کے بعد آپؐ کو دلی محبّت سے پالتے رہے تھے۔ ان کے بال بچّے زیادہ تھے اور گزارہ تنگی سے ہوتا تھا۔ اِس لیے رسولِؐ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بچپن ہی میں حضرت علیؓ کو اپنی پرورش میں لے لیا تھا۔ گویا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کی ساری تربیت خود حضورؐ کی نگرانی میں ہُوئی۔

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا، جو اسد کی بیٹی تھیں۔ رسولِؐ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش میں ان کا بھی بڑا حِصّہ تھا۔ اِس لیے جب وُہ فوت ہُوئیں، تو رسولِؐ پاک نے اپنی قمیض اُنھیں پہنائی، اور اُن کی لحد

میں لیٹ کر اُسے بابرکت بنایا ؛

# اِسلام

اسلام کی صدا بلند ہوتے ہی حضرت علیؓ مسلمان ہو گئے ، گویا نوجوانوں میں سے وہ پہلے مسلمان تھے ۔ دو مرتبہ رسولِؐ پاک نے اپنے قبیلے کو جمع کر کے اسلام کی دعوت دی ۔ حضرت علیؓ نے ان دعوتوں میں رسولِؐ پاک کی طرف سے انتظام کیا ۔ قریش کی طرف سے مسلمانوں پر جو سختیاں آئیں ، وہ سب دیکھیں اور خود تکلیف اُٹھانے میں شریک رہے لیکن رسولِؐ پاک کا دامن پہلے ہی دن مضبوطی سے تھام لینے کے بعد پھر کبھی یہ پکڑ ڈھیلی نہ ہونے دی ،

پھر کبھی کوئی تکلیف اُنھیں خدا کے راستے سے اِدھر اُدھر نہ کر سکی ۔

# جان کی بازی

مدینے شریف کی طرف ہجرت کا حکم ہُوا اور مسلمان وہاں پہنچنے لگے، تو قریش کو یقین ہو گیا کہ مسلمان قوّت پکڑ کر بدلہ لیں گے، تنگ کریں گے، مکّے پر چڑھائی کر دیں گے یا شام کا تجارتی راستہ ان کی وجہ سے بند ہو جائے گا۔ اس لیے قریش نے جمع ہو کر فیصلہ کر لیا کہ رسولِؐ پاک کو، معاذ اللہ! ختم کر دیں۔ جس روز آپ مکّے سے نکلے، اُسی رات کو حضورؐ کے گھر پر حملے کا فیصلہ ہو چُکا تھا۔ حضورؐ نے اپنے بستر پر حضرت

علیؓ کو سو جانے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کو خطرے کا پورا اندازہ تھا، لیکن جانتے تھے کہ حضورؐ پر جان نثار کرنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بے تکلّفی سے جا سوئے۔ قریش حملہ کرنے پہنچے، تو معلوم ہُوا کہ جس پاک وجود کی تلاش میں تھے، وہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ بڑے غصّے میں آئے حضرت علیؓ سے پُوچھا: "محمدؐ کہاں گئے؟" اُنھوں نے بے پروائی سے جواب دیا: "تم مجھے سونپ کر گئے تھے کہ اب مجھ سے پُوچھتے ہو؟"

## مدینے کی زِندگی

رسولؐ پاک کے پاس لوگوں کی امانتیں

رکھی ہوئی تھیں۔ تین چار روز میں سب کی امانتیں واپس کر کے حضرت علیؓ بھی مدینے پہنچ گئے اور جہاں رسولؐ پاک ٹھہرے ہوئے تھے، وہیں ٹھہر گئے۔ جنگِ بدر میں بڑے شاندار کارنامے انجام دیے۔ ہجرت کے دوسرے سال حضرت فاطمہؓ سے نکاح ہوا۔ رخصتی دس گیارہ مہینے بعد ہوئی۔ پھر اُحد اور خندق کی جنگ میں شریک ہوئے۔ چونکہ بڑے بہادر تھے، اس لیے ہر معرکے میں پیش پیش رہتے تھے ؛

# جنگِ خندق

یوں تو شاید ہی کوئی معرکہ ایسا پیش آیا ہو، جس میں حضرت شیرِؓ خدا کی خداداد شجاعت کے جوہر سورج کی طرح

نہ چھکے ہوں، لیکن ہم یہاں صرف دو
جنگوں کا ذکر تفصیل سے کریں گے، جن
میں سے پہلی جنگِ خندق ہے۔
قریشِ مکّہ نے بدر میں شکست کھائی،
تو اُس کا بدلہ لینے کے لیے مدینے پر
چڑھائی کی اور اُحد پہاڑ کے دامن میں
مقابلہ ہُوا۔ لیکن ان کے غصّے کی آگ
ٹھنڈی نہ ہُوئی۔ پھر ہجرت کے پانچویں
سال ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا، اِس
کو کافی نہ سمجھ کر اِرد گرد کے قبیلوں
کو بھی بُلایا اور مدینے پر چڑھ آئے۔ یہ
مِلا جُلا جمگھٹا چوبیس ہزار سے کم نہ تھا۔
چُونکہ اِس فوج میں کئی گروہ شامل تھے
اور عربی میں گروہ "حزب" کو کہتے ہیں،
اِس لیے اس جنگ کا ایک نام "جنگِ

احزاب" ہے۔

مدینے کے تین طرف کھجور کے گھنے باغ تھے، جن میں سے گزر کر شہر پر حملہ کرنا آسان نہ تھا۔ صرف ایک طرف کھلی ہوئی تھی۔ اِس لیے حضرت سلمانؓ فارسی کے مشورے کے مطابق اس طرف گہری اور چوڑی خندق کھود لی گئی۔ اس وجہ سے جنگ کا دوسرا نام "جنگِ خندق" مشہور ہوا۔

حملہ آور خندق کے پار آ بیٹھے، چونکہ اس سے گزرنا آسان نہ تھا، اِس لیے دُور ہی سے ایک دوسرے پر پتھر برسانے کا سِلسلہ جاری رہا۔ اسلامی فوج صرف تین ہزار تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے خندق کے ساتھ ساتھ حِفاظت

کے لیے بیٹھے تھے۔ حالت یہ تھی کہ کھانا کھانے کی بھی مہلت نہیں ملتی تھی۔ خود آنحضرتؐ اور صحابہؓ پر تین تین فاقے گزرتے رہے۔

ایک دفعہ حملہ آوروں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو، خندق سے گزر کر لڑنا چاہیے تاکہ آخری فیصلہ ہو جائے۔ ایک جگہ خندق کم چوڑی تھی۔ عربوں کے بڑے بڑے سردار گھوڑے کداتے ہوئے اسی مقام سے خندق کے پار اُتر گئے۔

ان میں سب سے مشہور سردار عمرو ابن عبدِ وَد، تھا۔ اُسے جنگ جوئی اور شمشیر زنی میں اتنی شہرت حاصل تھی کہ اکیلا ایک ہزار سپاہیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

عمرو خندق کے پار پہنچتے ہی پُکارا: "کسی میں مقابلے کی ہمّت ہے، تو سامنے آئے۔"
حضرت شیرِ خدا رضؓ نے فرمایا: "مَیں آتا ہوں۔"
آنحضرتؐ نے اپنی خاص تلوار عنایت فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر عمّامہ باندھا۔

حضرت شیرِ خدا رضؓ نے پاس پہنچتے ہی پُوچھا: "عمرو! کیا تیرا ہی یہ قول ہے کہ کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے گا، تو ایک ضرور مان لُوں گا؟" اُس نے جواب دیا: "ہاں" آپ نے فرمایا: "تو میری پہلی درخواست یہ ہے کہ تُو اسلام قبول کر لے اور خدائے پاک کی نعمتوں کا حق دار بن جائے" عمرو نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا" پھر آپ نے فرمایا: "میری

دُوسری درخواست یہ ہے کہ تو واپس چلا جائے" عَمْرو نے جواب دیا: "میں قریش کی عورتوں کا طعنہ نہیں سُن سکتا" حضرت نے کہا: "تو پھر میری تیسری درخواست یہ ہے کہ لڑنے کے لیے تیار ہو جا" عَمْرو یہ سُن کر ہنس پڑا۔ اَور کہنے لگا: "مجھے اُمید نہ تھی کہ اس آسمان کے نیچے کوئی شخص میرے سامنے اَیسی درخواست پیش کرے گا"

حضرت شیرِ خدا رض پَیدل تھے اور عَمْرو گھوڑے پر سوار تھا۔ اُسے اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اِس لیے فوراً گھوڑے سے کُود پڑا اور تلوار مار کر گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر حضرت کا نام معلوم کیا، تو کہنے لگا: "بھتیجے! مَیں تم سے لڑتا

اور تمھارا خون بہانا نہیں چاہتا۔" حضرت شیرِ خدا رضؓ نے فرمایا: "مَیں تو تمھارا خون بہانا چاہتا ہُوں۔" یہ سُن کر عمروِ غصّے سے دیوانہ ہو گیا۔ تلوار لے کر شعلے کی طرح لپکا اور حضرت شیرِ خدا رضؓ پر بھرپُور وار کیا۔ حضرت نے ڈھال سے وار روکا۔ لیکن عمروِ کی تلوار ڈھال کو چیرتی ہُوئی آپ کی پیشانی مبارک پر پڑی اور خط بنا گئی۔ حضرت نے بجلی کی تیزی سے ذوالفقار عمروِ کے شانے پر ماری، جو نیچے تک اُتر گئی، وہ تڑپتا ہُوا گرا اور جان دے دی۔ عمروِ قتل ہو گیا، تو دُوسرے سردار پیچھے ہٹے۔ بعض مارے گئے۔ بعض بھاگ کر بچ نکلے۔ آخر یہ دُشمن گروہ خود ہی میدان چھوڑ کر چلے گئے۔

# جنگِ خیبر

ہجری کے چھٹے سال کے آخر یا ساتویں سال کے شروع میں جنگِ خیبر پیش آئی۔ خیبر کے یہودی مدینے پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ان کی تیاریوں کے مکمل ہونے کا اِنتظار کرنے کی جگہ آنحضرتؐ نے مناسب سمجھا کہ خیبر پہنچ کر ان سے فیصلہ کر لیا جائے۔ خیبر میں یہودیوں نے بہت سے قلعے بنا رکھے تھے، جنھیں فتح کرنا آسان نہ تھا۔ بعض قلعے جلد فتح ہو گئے، لیکن یہودیوں کے سردار مرحب کے قلعے پر کئی مرتبہ حملے کیے گئے۔ وہ فتح نہ ہُوا اور اُسے فتح کیے بغیر خیبر کی مہم سَر نہیں

ہو سکتی تھی۔ مرحب بہت بڑا پہلوان اور نامور لڑاکا تھا۔ عرب میں وہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

مہم کے سر ہونے میں دیر ہو گئی، تو ایک شام کو آنحضرتؐ نے فرمایا: "کل صبح میں سرداری کا جھنڈا اُس شخص کو دُوں گا، جس کے ہاتھ پر خُدا فتح دے گا۔ وُہ خدا اَور اُس کے رسولؐ کو چاہتا ہے۔ خدا اور اُس کا رسول بھی اُسے چاہتے ہیں۔" صحابہؓ نے ساری رات بے قراری میں کاٹی کہ دیکھیں خدا کے پاک رسولؐ کے دستِ مبارک سے یہ عزّت کِسے نصیب ہوتی ہے۔

صبح ہُوئی، تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

"علیؓ کہاں ہیں؟" حضرت شیرِ خدا کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں اور کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ اس معذوری کی حالت میں سرداری کا جھنڈا اُنھیں عنایت ہوگا۔ آنحضرتؐ نے اپنا لُعابِ دہن ان کی آنکھوں پر لگایا، دُعا فرمائی اور جھنڈا اُنھیں عنایت فرمایا۔

اُنھوں نے عرض کیا: "یہودیوں کو لڑ کر مسلمان بنا لُوں؟" حضورؐ نے فرمایا: "پہلے نرمی کے ساتھ ان پر اسلام پیش کرو۔ اسلام کے فرائض سمجھاؤ۔ اگر ایک شخص بھی تمھاری کوشش سے مسلمان ہو جائے، تو وہ تمھارے لیے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے۔"

لیکن یہودیوں نے نہ اسلام قبول کیا، نہ

صلح پر راضی ہوئے اور لڑائی کے سوا چارہ نہ رہا۔ مرحب بڑے فخر کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلا۔ اس کے سر پر پتھر کا خود تھا۔ حضرت شیرِ خدا رضؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی۔ وہ مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی قلعہ بھی فتح ہو گیا اور خیبر کی مہم بھی سر ہو گئی۔ خیبر کی فتح کو حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے جنگی کارناموں میں بڑا اونچا مرتبہ حاصل ہے ؎

# حکومت کے مشیر

رسولِ پاکؐ کی باقی جنگوں میں بھی شریک رہے۔ آخری زمانے میں انھیں یمن بھیجا گیا تھا۔ رسولِ پاکؐ اس دنیا

سے چلے گئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے، تو حضرت علیؓ اُن بڑے صحابہؓ میں شامل ہو گئے، جن کی رائے اور مشورے سے حکومت کا کام چلتا تھا۔ حضرت عمرؓ اُن کے مشوروں کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کی صائب رائے سُن کر حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے: "لَوْلَا عَلِیٌّ لَّھَلَکَ عُمَرُ" یعنی، اگر حضرت علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا"۔ یہ درجہ انھیں اُس وقت تک حاصل رہا، جب تک حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کا فتنہ نہ اُٹھا۔ بعد ازاں وہ خود خلیفہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ جب بیت المقدّس گئے تھے، تو حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنا دیا تھا۔

# خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک خلافت کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ پھر بڑے لوگوں نے مل کر حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا، لیکن فتنوں کے جس طوفان میں حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تھے، اُس نے حضرت علیؓ کے خلیفہ بنتے ہی خانہ جنگی کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت علیؓ نے ان فتنوں کو روکنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن وہ نہ رُکے اور اُن سے جو خراب نتیجے پیدا ہونے لازم تھے وہ پیدا ہو کر رہے۔ چونکہ پہلے بھی عراق میں بد امنی کے شعلے اُٹھے تھے، اِس لیے حضرت علیؓ نے مدینے شریف کو چھوڑ کر کوفے کو اپنی حکومت کا مرکز بنا لیا۔ وہیں

سے شامیوں کے خلاف جنگیں کرتے رہے۔

## قاتلانہ حملہ

پونے پانچ برس خلیفہ رہے۔ پھر ایک بد بخت نے، جس کا نام عبدالرحمٰن بن مُلجم تھا، آپ کو اچانک زخمی کر دیا۔ اُس وقت آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ بات یہ تھی کہ آئے دن کی کشمکشوں سے بہتیرے لوگ تنگ آ چکے تھے۔ ایک گروہ نے آپس میں فیصلہ کیا کہ جھگڑے تین آدمیوں کی وجہ سے شروع ہوئے: ایک حضرت علیؓ، دوسرے امیر معاویہؓ، حاکمِ شام اور تیسرے عمرو بن عاص حاکمِ مصر۔ اگر یہ تینوں مارے جائیں، تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ تینوں پر ایک ہی وقت میں اور ایک

ہی دن قاتلانہ حملے کی سکیم بنی اور تین آدمی کوفے، شام اور مصر چلے گئے۔ اتّفاق کی بات ہے کہ عمرو بن عاص اس روز خود مسجد میں نہ آئے اور اُن کی جگہ دُوسرا آدمی مارا گیا۔ امیر معاویہ رضؓ پر وار اوچھا پڑا اور وہ بچ گئے۔ لیکن حضرت علی رضؓ اس حملے میں سخت زخمی ہو گئے ؛

## شہادت

مُنہ اندھیرے مسجد میں پہنچے۔ ان کے قاتل ابن ملجم نے تلوار کا وار کیا۔ سر پر سخت زخم آیا۔ ابن مُلجم پکڑا گیا ؛

زخم بھی کاری تھا۔ پھر بدبخت قاتل نے تلوار زہر میں بجھا رکھی تھی۔ اِس لیے زہر کا اثر تیزی سے سارے جسم میں پھیل

گیا۔ جس دن یہ حملہ ہُوا تھا، اس کے تیسرے روز اسلام کا یہ روشن چاند ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ ہجرت کا چالیسواں سال تھا۔ رمضان کی اکیسویں تاریخ تھی۔

## علم و فضل

حضرت علیؓ علم و فضل کا بہتا دریا تھے۔ زندگی کا بڑا حصّہ رسولِؐ پاک کے ساتھ گزرا رات دن کی یکجائی تھی۔ دین کی باتیں خود رسولؐ پاک سے سُنیں۔ بلکہ قرآن کی تعلیم بھی آپؐ ہی سے پائی تھی۔ بیسیوں مثالیں ملتی ہیں کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا، تو لوگ آپ ہی کے پاس جا کر حل کراتے۔ حضورؐ نے جب آپ کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجنا چاہا، تو عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ!

وہاں نئے نئے مقدّمے پیش ہونگے اور مجھے تجربہ نہیں۔" ارشاد ہُوا: "خدا تمھارے دِل کو مضبوطی بخشے گا اور تمھاری زبان کو سیدھے راستے پر چلائے گا۔" حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کِسی مقدّمے کے فیصلے میں پس و پیش کی ضرورت نہ پڑی۔

## ایک عجیب مقدّمہ

آپ کے پاس ایک مرتبہ عجیب مقدّمہ پیش ہُوا۔ دو آدمی سفر میں تھے۔ ایک کے پاس تین اور دُوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ دونوں اکٹھے بیٹھے، تو تیسرا مسافر آ گیا، اور وہ بھی کھانے میں شریک ہو گیا۔ کھانے کے بعد مسافر نے دونوں کو آٹھ درم قیمت دی اور خود چلا گیا۔ قیمت

بانٹنے کا موقع آیا۔ تو پانچ روٹیوں والے نے کہا: "حساب سیدھا ہے۔ ایک روٹی فی درم کے حساب سے پانچ روٹیوں والا پانچ اور تین والا تین درم لے لے۔" تین روٹیوں والا راضی نہ ہُوا اور آدھا حِصّہ مانگنے لگا۔ معاملہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا، تو تین روٹیوں والے سے فرمایا: "تمھارے ساتھی نے جو فیصلہ کیا ہے، اُسے مان لو، ورنہ تم صرف ایک درم کے حق دار ہو۔" جب پُوچھا گیا کہ کس طرح، تو فرمایا: "کھانے والے تین تھے۔ تین روٹیوں والے کی روٹیوں کے تین تین ٹکڑے ہُوئے تو نَو، اور پانچ والے کے پندرہ بنے۔ یہ چوبیس ٹکڑے تینوں نے برابر برابر

کھائے۔ گویا فی کس آٹھ ٹکڑے حصّے میں آئے۔ اب تو والے نے صرف ایک ٹکڑا مسافر کو دیا اور پندرہ والے نے سات۔ اس لیے وہ سات درہم کا حقدار ٹھہرا ۔

# دیانت

بیت المال کے سلسلے میں اُن کی دیانت حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ مالِ غنیمت آتا، تو حصّے بنا کر قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام جو حصّہ نکلتا، اُس کے حوالے کر ڈالتے۔ ایک مرتبہ ایک روٹی بھی آئی۔ حضرت علیؓ نے اس کے بھی برابر ٹکڑے کر کے غنیمت کے تمام حصّوں پر رکھ دیئے۔ ایک مرتبہ سارا مال تقسیم

کر کے بیت المال میں جھاڑو دی - پھر شکرانے میں دو رکعت نماز پڑھی ٭

## سادہ زندگی

ساری زندگی سادگی سے گزار دی۔ کوفے پہلے پہل آئے، تو میدان میں ٹھہر گئے۔ پھر فرمایا: مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں میدان ہی میرے لیے کافی ہے۔"

رسولِ پاکؐ کی زندگی میں آپ اور حضرت فاطمہؓ جس تنگی سے گزارا کرتے تھے، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ چکّی پیستے پیستے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں گھٹّے پڑ گئے تھے اور گھر میں ہفتوں کھانا نہیں پکتا تھا ٭

ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں باہر

نکل گئے اور ایک بڑھیا کے کھیتوں کو پانی دے کر مٹھی بھر کھجوریں لیں ۔

خلافت کے زمانے میں بھی موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا اُن کے لیے بس کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے۔ ایک آپ کھائے اور بچّوں کو کھلائے، دُوسرا خلق کے سامنے پیش کر دے ۔

روپیہ پیسا بہت آتا تھا، لیکن راہِ خدا میں خرچ کر دیتے تھے ۔

## دُوسروں کے لیے قربانی

ایک مرتبہ رات بھر ایک باغ کو پانی دے کر تھوڑے سے جو حاصل کیے۔ ارادہ

یہ تھا کہ ان میں سے ایک تہائی پسوا کر حلوا بنا لیں، لیکن بنا ہی تھا کہ کسی مسکین کی صدا کان میں پہنچی۔ فوراً حلوا اُٹھا کر اُسے دے دیا۔ پھر دُوسرے حصّے کو پسوایا تاکہ اس کا حلوا بنوائیں۔ وہ بھی ایک یتیم کو دے دیا۔ اسی طرح تیسرا حصّہ ایک قیدی کی نذر کر دیا اور رات بھر مزدوری کرنے والا خدا کا شیر پھر دن کو خدا کے ذکر میں گُم ہو گیا۔ بھوک کی پروا نہ کی۔

## ایک نقشہ

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے کہا: "علیؓ کے اوصاف بیان کرو"۔ اُس نے لمبی تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے: وہ حوصلے کے بلند تھے۔ پکّی بات کہتے تھے۔ اُن کے ہر

پہلو سے علم کے چشمے پھوٹتے تھے۔ دُنیا سے نفرت تھی اور رات کی تنہائی اچھی لگتی تھی۔ جَو کی روٹی اور موٹا لباس پسند تھا۔ دین داروں کی عزّت کرتے تھے۔ غریبوں کو پاس بٹھاتے تھے۔ کمزور ان کے انصاف سے نا اُمید نہ ہوتا تھا۔ زور والا اُن کی موجودگی میں حرص کا موقع نہیں پاتا تھا۔ مَیں نے اُن کو لڑائیوں میں دیکھا، وہ روتے اور کہتے: "اے دُنیا! مجھ کو فریب نہ دے۔" امیر معاویہؓ سُن کر رو پڑے اور کہنے لگے: "خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے"۔

---

PRICE 0-4-6